ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 487

Program: B.A. / Associate Degree

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY, ISLAMABAD

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس :بچے کی نشوونما • (487) سطح :بی اے / ایسوسی ایٹ ڈگری

سمسٹر :خزاں2026ء(Autumn 2026)

امتحانی مشق نمبر) 2 یونٹ نمبر 4 تا — (7 کل نمبر100 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

(For Study & Reference)

حل شدہ امتحانی مشق گائیڈ — برائے مطالعہ و حوالہ

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نوٹ :یہ گائیڈ صرف مطالعے اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹ خود پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر امتحانی مشق اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔

سوال نمبر :1 دانتوں کی ساخت، اقسام اور نکلنے کی اوسط عمر 20) نمبر(

دانتوں کی ساخت، اقسام اور بچوں کے دانتوں کے نکلنے کی اوسط عمر لکھیں۔

تعارف

دانت انسانی جسم کا چھوٹا مگر نہایت اہم عضو ہیں۔ خوراک کو چبانا، صاف بولنا، چہرے کی خوبصورتی اور جبڑے کی درست نشوونما سب دانتوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ بچوں کی نشوونما کے مطالعے میں دانتوں کو خاص اہمیت اس لیے

حاصل ہے کہ ان کے نکلنے کا وقت اور ترتیب بچے کی عمر اور جسمانی نشوونما کا ایک اہم اشاریہ سمجھا جاتا ہے۔ دانتوں کی تکلیف بچے کی غذا، نیند اور مزاج پر بھی اثر ڈالتی ہے۔

اس جواب میں پہلے دانت کی ساخت کے حصے بیان کیے جائیں گے، پھر دانتوں کی اقسام بمعہ ان کے کام، اس کے بعد بچوں کے عارضی اور مستقل دانتوں کے نکلنے کا اوسط عمر جدول کی صورت میں پیش کی جائے گی اور آخر میں دانتوں کی حفاظت کے اہم نکات بیان کیے جائیں گے۔

دانت کی ساخت

دانت کا وہ حصہ جو مسوڑھوں سے باہر نظر آتا ہے اسے تاج کہتے ہیں، جبکہ وہ حصہ جو جبڑے کی ہڈی اور مسوڑھے کے اندر چھپا ہوتا ہے اسے جڑ کہتے ہیں۔ تاج اور جڑ کے درمیانی حصے کو گردن کہتے ہیں۔ ساخت کے لحاظ سے دانت تین بڑی تہوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سب سے بیرونی تہہ اینامل ہے جو جسم کا سخت ترین مادہ ہے اور تاج کو لپٹے ہوئے دانت کو چبانے کے دباؤ اور تیزاب سے بچاتی ہے۔

اینامل کے نیچے ڈینٹائن کی تہہ ہوتی ہے جو نسبتاً نرم اور زردی مائل ہوتی ہے اور دانت کا بڑا حصہ بناتی ہے۔ دانت کے بالکل اندر ایک نرم گودا ہوتا ہے جسے پلپ کہتے ہیں؛ اس میں خون کی نالیاں اور اعصاب ہوتے ہیں جو دانت کو غذا پہنچاتے اور اسے زندہ رکھتے ہیں۔ یہی اعصاب دانت میں درد کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ جڑ کے گرد سیمنٹم کی تہہ ہوتی ہے اور دانت مخصوص ریشوں کے ذریعے جبڑے کی ہڈی کے گڑھے میں مضبوطی سے جما ہوتا ہے، جبکہ مسوڑھا دانت کی گردن کو گھیر کر حفاظت کرتا ہے۔

دانتوں کی اقسام

شکل اور کام کے لحاظ سے دانتوں کی چار اقسام ہیں۔ پہلی قسم اگلے کاٹنے والے دانت ہیں جنہیں انسیزر کہتے ہیں؛ یہ تیز دھار والے ہوتے ہیں اور خوراک کو کاٹنے کا کام کرتے ہیں، منہ میں ان کی تعداد آٹھ ہوتی ہے۔ دوسری قسم نوکیلے دانت ہیں جنہیں کینائن کہتے ہیں؛ یہ لمبے اور نوک دار ہوتے ہیں اور خوراک کو پھاڑنے اور پکڑنے میں مدد دیتے ہیں، ان کی تعداد چار ہوتی ہے۔

تیسری قسم اگلی داڑھیں یعنی پری مولر ہیں جو صرف مستقل دانتوں میں پائی جاتی ہیں؛ یہ خوراک کو کچلنے اور باریک کرنے کا کام کرتی ہیں اور ان کی تعداد آٹھ ہوتی ہے۔ چوتھی قسم داڑھیں یعنی مولر ہیں جن کی سطح چوڑی اور کھردری ہوتی ہے اور یہ خوراک کو پیس کر نگلنے کے قابل بناتی ہیں۔ عارضی دانتوں میں داڑھیں آٹھ اور مستقل دانتوں میں بارہ ہوتی ہیں جن میں آخری چار عقل داڑھیں کہلاتی ہیں جو عموماً سترہ سے پچیس سال کی عمر میں نکلتی ہیں۔

عارضی اور مستقل دانتوں کا فرق

انسان کی زندگی میں دانتوں کے دو جوڑے بنتے ہیں۔ پہلا جوڑا عارضی دانتوں کا ہے جنہیں دودھ کے دانت بھی کہتے ہیں؛ ان کی کل تعداد بیس ہوتی ہے، اوپر کے جبڑے میں دس اور نیچے کے جبڑے میں دس۔ یہ دانت چھوٹے، زیادہ سفید اور ان کی جڑیں نسبتاً چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بچے کو چبانا اور بولنا سکھانے کے ساتھ مستقل دانتوں کے لیے جبڑے میں جگہ بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

دوسرا جوڑا مستقل دانتوں کا ہے جن کی کل تعداد بتیس ہوتی ہے۔ تقریباً چھ سال کی عمر سے عارضی دانت گرنا شروع ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ مستقل دانت لیتے ہیں، یہ سلسلہ تقریباً بارہ سے تیرہ سال کی عمر تک مکمل ہو جاتا ہے سوائے عقل داڑھوں کے۔ اگر عارضی دانت وقت سے پہلے خراب ہو کر نکل جائیں یا نکالے جائیں تو مستقل دانت ٹیڑھے نکل سکتے ہیں، اس لیے دودھ کے دانتوں کو غیر اہم سمجھ کر ان کی حفاظت سے غفلت درست نہیں۔

بچوں کے دانتوں کے نکلنے کی اوسط عمر

دانتوں کا بننا ماں کے پیٹ میں ہی شروع ہو جاتا ہے، مگر ان کا مسوڑھے سے ظاہر ہونا عموماً چھ ماہ کی عمر کے آس پاس شروع ہوتا ہے۔ نکلنے کی ترتیب تقریباً تمام بچوں میں ایک جیسی ہوتی ہے؛ سب سے پہلے نیچے کے درمیانی اگلے دانت نکلتے ہیں، پھر اوپر کے اگلے دانت، اس کے بعد پہلی داڑھیں، نوکیلے دانت اور آخر میں دوسری داڑھیں۔ تقریباً ڈھائی سے تین سال کی عمر تک بیس کے بیس عارضی دانت نکل آتے ہیں۔

یاد رہے کہ اوسط عمر سے چند ماہ آگے پیچھے ہونا معمول کی بات ہے اور انفرادی اختلافات پائے جاتے ہیں؛ کچھ بچوں کا پہلا دانت چار ماہ پر اور کچھ کا بارہ ماہ پر بھی نکل سکتا ہے۔ تاہم اگر اٹھارہ ماہ تک کوئی دانت نہ نکلے یا ترتیب بہت

غیر معمولی ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے۔ مستقل دانتوں میں سب سے پہلے تقریباً چھ سال کی عمر میں پہلی داڑھ اور نیچے کے اگلے دانت آتے ہیں، اسی لیے چھ سال کی داڑھ کو دانتوں کی صحت کے لیے کنجی کی حیثیت حاصل ہے۔

دانت نکلنے کے دور کی علامات اور بچے کی تکلیف

دانت نکلنے کے دور میں بچہ بے چین ہوتا ہے، مسوڑھوں میں خارش کی وجہ سے ہر چیز منہ میں ڈال کر کاٹنے کی کوشش کرتا ہے، رال زیادہ بہتی ہے، بھوک کم ہو جاتی ہے اور بعض بچوں کو ہلکا بخار یا دست بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ دور والدین کے لیے آزمائش کا ہوتا ہے مگر یہ ایک قدرتی عمل ہے جو خود مکمل ہو جاتا ہے۔

اس دور میں بچے کو صاف اور ٹھنڈی چیز چبانے کے لیے دینا، مسوڑھوں کو صاف انگلی سے ہلکا مسلنا اور بچے کو زیادہ توجہ و تسلی دینا مفید ہوتا ہے۔ شدید بخار یا دست کو صرف دانتوں سے منسوب کر کے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اسی عمر میں بچہ منہ میں چیزیں ڈالنے سے جراثیم بھی لے لیتا ہے، اس لیے علامات بڑھیں تو معالج سے رجوع ضروری ہے۔

دانتوں کی حفاظت

دانتوں کی حفاظت کا آغاز پہلے دانت سے ہی ہونا چاہیے۔ شیر خوار کے مسوڑھے اور دانت نرم صاف کپڑے سے صاف کیے جائیں، بچے کو بوتل منہ میں لے کر سونے کی عادت نہ ڈالی جائے کیونکہ میٹھا دودھ دانتوں پر لگا رہنے سے وہ جلد خراب ہوتے ہیں۔ بڑے بچوں کو دن میں دو بار نرم برش سے دانت صاف کرنا سکھایا جائے اور میٹھی چیزوں، ٹافیوں اور میٹھے مشروبات کا استعمال محدود رکھا جائے۔

کیلشیم اور وٹامن ڈی سے بھرپور غذا، یعنی دودھ، دہی، انڈا اور سبز سبزیاں، دانتوں کی مضبوطی کے لیے ضروری ہیں۔ ہر چھ ماہ بعد دانتوں کے ڈاکٹر سے معائنہ کروانے سے کیڑا لگنے اور دیگر مسائل کا آغاز میں ہی پتا چل جاتا ہے۔ یہ عادات بچپن میں پڑ جائیں تو زندگی بھر دانت صحت مند رہتے ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ دانت اینامل، ڈینٹائن اور پلپ پر مشتمل ایک جاندار عضو ہے، اس کی چار اقسام مل کر خوراک کو کاٹنے، پھاڑنے اور چبانے کا کام کرتی ہیں۔ بچے کے بیس عارضی دانت تقریباً چھ ماہ سے ڈھائی تین سال کے درمیان نکلتے ہیں اور چھ سال کی عمر سے مستقل دانت ان کی جگہ لینا شروع کر دیتے ہیں۔ دانتوں کے نکلنے کا وقت نشوونما کا اشاریہ بھی ہے اور ان کی حفاظت بچے کی غذا، گفتگو اور مجموعی صحت کے لیے ناگزیر ہے، اس لیے والدین کو اس پہلو پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

جدول :بچوں کے عارضی) دودھ کے) دانتوں کے نکلنے کی اوسط عمر

دانت	اوسط عمر) مہینے(
نیچے کے درمیانی اگلے دانت	6تا10
اوپر کے درمیانی اگلے دانت	8تا12
اوپر و نیچے کے طرفی اگلے دانت	9تا16
پہلی داڑھیں	13تا19
نوکیلے دانت) کینائن(	16تا23
دوسری داڑھیں	23تا33

سوال نمبر :2 نوبلوغت میں ہونے والی نمایاں تبدیلیاں 20) نمبر(

نوبلوغت میں ہونے والی نمایاں تبدیلیوں کے بارے میں مفصل لکھیں۔

تعارف

انسانی زندگی میں نوبلوغت وہ دور ہے جو بچپن کو بلوغت سے جوڑتا ہے۔ یہ تقریباً دس سے چودہ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے جس میں بچے کے جسم، ذہن اور جذبات میں اتنی تیز اور نمایاں تبدیلیاں آتی ہیں کہ بعض ماہرین اسے دوسری

پیدائش سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس دور میں لڑکے اور لڑکیاں بچے نہیں رہتے مگر ابھی مکمل بالغ بھی نہیں ہوتے، اسی درمیانی کیفیت کی وجہ سے یہ دور ان کے لیے اور ان کے والدین و اساتذہ کے لیے خاص توجہ کا متقاضی ہوتا ہے۔

اس جواب میں نوبلوغت کے آغاز اور اس کی وجوہات بیان کرنے کے بعد جسمانی، جنسی، جذباتی، ذہنی اور سماجی تبدیلیوں کو الگ الگ تفصیل سے بیان کیا جائے گا، لڑکوں اور لڑکیوں میں فرق واضح کیا جائے گا اور آخر میں اس دور میں بڑوں کے کردار پر روشنی ڈالی جائے گی۔

نوبلوغت کا آغاز اور ہارمونز کا کردار

نوبلوغت کا آغاز دماغ کے ایک حصے سے خارج ہونے والے ہارمونز سے ہوتا ہے جو تولیدی غدودوں کو فعال کرتے ہیں۔ لڑکیوں میں بیضہ دانیاں ایسٹروجن اور لڑکوں میں خصیے ٹیسٹوسٹیرون خارج کرنے لگتے ہیں جن کے اثر سے ثانوی جنسی خصوصیات ظاہر ہوتی ہیں اور جسمانی نشوونما میں اچانک تیزی آ جاتی ہے۔ اس عمل کے آغاز کی عمر ہر بچے میں مختلف ہو سکتی ہے؛ لڑکیوں میں یہ عموماً دس سے گیارہ سال اور لڑکوں میں گیارہ سے بارہ سال کے آس پاس شروع ہوتا ہے۔

آغاز کے وقت کا تعین موروثیت، غذا، صحت اور ماحول کرتے ہیں۔ اچھی غذا اور صحت مند بچوں میں یہ عمل قدرے پہلے اور کمزور یا مسلسل بیمار رہنے والے بچوں میں نسبتاً دیر سے شروع ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ جلدی یا دیر سے شروع ہونا خود کوئی بیماری نہیں، تاہم بہت زیادہ تاخیر یا غیر معمولی جلدی پر معالج سے مشورہ مناسب رہتا ہے۔

تیز جسمانی نشوونما

نوبلوغت کی سب سے نمایاں تبدیلی قد اور وزن میں اچانک تیزی ہے جسے نشوونما کا جست کہا جاتا ہے۔ اس دور میں بچہ سال بھر میں کئی انچ قد نکال سکتا ہے اور وزن میں بھی واضح اضافہ ہوتا ہے۔ لڑکیوں میں یہ جست لڑکوں سے تقریباً دو سال پہلے آتی ہے، اسی لیے بارہ تیرہ سال کی عمر میں اکثر لڑکیاں ہم عمر لڑکوں سے لمبی نظر آتی ہیں، مگر بعد میں لڑکے آگے نکل جاتے ہیں۔

جسم کے مختلف حصے ایک رفتار سے نہیں بڑھتے؛ پہلے ہاتھ، پاؤں اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں جس سے بچہ ایک عجیب بے ڈھنگی کیفیت محسوس کرتا ہے اور چیزیں گرانے یا ٹکرانے جیسی حرکات بڑھ جاتی ہیں۔ پٹھے مضبوط ہوتے ہیں، سینہ چوڑا ہوتا ہے اور جسم کی ساخت بچوں والی گولائی سے بالغوں والی صورت اختیار کرنے لگتی ہے۔ اس تیز تبدیلی میں بچے کو زیادہ غذا، خصوصاً پروٹین، کیلشیم اور آئرن کی ضرورت ہوتی ہے۔

لڑکیوں میں نمایاں تبدیلیاں

لڑکیوں میں نوبلوغت کی پہلی علامت عموماً سینے کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس کے بعد کولہے چوڑے ہوتے ہیں، جسم میں چربی کا تناسب بڑھتا ہے، بغل اور زیرِ ناف بال اگتے ہیں اور جلد کے غدود فعال ہونے سے چہرے پر دانے نکل سکتے ہیں۔ ان تبدیلیوں کا نقطہ عروج ماہانہ ایام کا آغاز ہے جو عموماً گیارہ سے چودہ سال کے درمیان ہوتا ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ تولیدی نظام پختگی کی طرف بڑھ چکا ہے۔ ابتداء میں ایام بے قاعدہ ہو سکتے ہیں جو آہستہ آہستہ باقاعدہ ہو جاتے ہیں۔

ان تبدیلیوں کے ساتھ لڑکی میں شرم و حیا کا احساس بڑھتا ہے، وہ اپنی ظاہری صورت کے بارے میں حساس ہو جاتی ہے اور ہم عمر لڑکیوں سے اپنا موازنہ کرنے لگتی ہے۔ اگر ماں یا بڑی بہن پہلے سے اسے ان تبدیلیوں کے بارے میں آگاہ کر دے تو یہ دور سہولت سے گزرتا ہے، ورنہ اچانک خون دیکھ کر لڑکی خوفزدہ اور پریشان بھی ہو سکتی ہے۔

لڑکوں میں نمایاں تبدیلیاں

لڑکوں میں نوبلوغت کی تبدیلیاں لڑکیوں کی نسبت قدرے دیر سے شروع ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے تولیدی اعضاء کا حجم بڑھتا ہے، پھر زیرِ ناف اور بغل کے بال آتے ہیں، کندھے چوڑے اور پٹھے نمایاں ہوتے ہیں۔ چہرے پر داڑھی مونچھ کی جھلک آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی ہے اور لڑکا اپنے بڑھتے قد اور جسمانی طاقت پر فخر محسوس کرنے لگتا ہے۔

لڑکوں میں آواز کی تبدیلی بہت نمایاں ہوتی ہے؛ گلے کے غدود کے بڑھنے سے آواز بھاری ہو جاتی ہے اور اس تبدیلی کے دوران آواز کبھی باریک اور کبھی موٹی ہو کر پھٹتی سی محسوس ہوتی ہے جس پر ساتھی مذاق بھی کر لیتے ہیں۔ اس دور میں لڑکوں میں خواب میں انزال کا تجربہ بھی فطری عمل کا حصہ ہے۔ جلد زیادہ چکنی ہونے سے لڑکوں میں بھی دانے نکل سکتے ہیں۔

جذباتی اور نفسیاتی تبدیلیاں

جسمانی تبدیلیوں کے ساتھ جذباتی دنیا میں طوفان آتا ہے۔ موڈ تیزی سے بدلتا ہے؛ بچہ کبھی بہت خوش اور کبھی بے وجہ اداس یا چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ والدین کی روک ٹوک پر ناراضی، تنہائی کی خواہش، خود کو سب سے الگ سمجھنا اور اپنی شناخت کی تلاش اس دور کی عام کیفیات ہیں۔ جنسِ مخالف کے بارے میں تجسس اور کشش کا آغاز بھی اسی دور سے ہوتا ہے جو فطری ہے مگر رہنمائی کا متقاضی ہے۔

اپنی جسمانی صورت کے بارے میں تشویش بھی بڑھ جاتی ہے؛ دانتوں، دانوں، قد یا وزن کے بارے میں ضرورت سے زیادہ فکر بچے کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر سکتی ہے۔ یہی دور خود اعتمادی کی بنیادوں کے لیے فیصلہ کن ہے؛ گھر کا محبت بھرا اور قبول کرنے والا ماحول بچے کو اس طوفان سے سلامتی کے ساتھ نکال لیتا ہے۔

ذہنی اور سماجی تبدیلیاں

ذہنی لحاظ سے نوبلوغت میں سوچ مجرد ہونے لگتی ہے؛ بچہ اب خیالات، امکانات اور مستقبل کے بارے میں سوچ سکتا ہے، اصولوں پر سوال اٹھا سکتا ہے اور اپنے نظریات بنانے لگتا ہے۔ پڑھائی میں دلچسپیوں کا رجحان واضح ہوتا ہے اور پیشے کے خواب بننے لگتے ہیں۔ اقدار اور مذہبی و اخلاقی سوالات میں گہری دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

سماجی لحاظ سے ہم عمر ساتھیوں کی اہمیت والدین سے بڑھ جاتی ہے؛ گروہ میں قبولیت بچے کے لیے سب سے بڑی قدر بن جاتی ہے اور اسی دباؤ میں وہ ساتھیوں کی نقل میں اچھی یا بری عادات اختیار کر سکتا ہے۔ اساتذہ اور بڑوں سے بحث اور اختلاف رائے بڑھ جاتا ہے، جسے بغاوت سمجھنے کے بجائے بڑھتی خود مختاری کی علامت سمجھنا چاہیے۔

بڑوں کا کردار اور نتیجہ

اس دور میں والدین اور اساتذہ کا کردار کنٹرول کے بجائے رہنمائی اور دوستی کا ہونا چاہیے۔ بچے کو تبدیلیوں کے بارے میں پہلے سے سائنسی اور شرعی آگاہی دینا، اس کے سوالات کو شرمانے کے بجائے تحمل سے سننا، اس کی پرائیویسی کا احترام کرنا اور غصے کے بجائے بات چیت کا راستہ کھلا رکھنا اس دور کو آسان بنا دیتا ہے۔ متوازن غذا، نیند، کھیل اور اسکرین کے محدود استعمال کا انتظام بھی ضروری ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ نوبلوغت تیز جسمانی نشوونما، ثانوی جنسی خصوصیات، جذباتی اتار چڑھاؤ، مجرد سوچ اور سماجی ترجیحات کی تبدیلی کا مجموعہ ہے۔ یہ تبدیلیاں فطری اور صحت مندی کی علامت ہیں؛ انہیں سمجھ کر بچے کا ساتھ دیا جائے تو یہ مشکل دور اس کی پختہ اور متوازن شخصیت کی بنیاد بن جاتا ہے۔

سوال نمبر :3 حرکی نشوونما کے مثبت اثرات 20) نمبر(

حرکی نشوونما کے مثبت اثرات لکھیں۔

تعارف

حرکی نشوونما سے مراد بچے کی جسمانی حرکات پر بتدریج قابو پانا اور ان میں مہارت حاصل کرنا ہے، یعنی سر سنبھالنے سے لے کر چلنے، دوڑنے، لکھنے اور کھیلوں میں مہارت تک کا پورا سفر۔ یہ نشوونما بچپن کی سب سے ظاہری اور سب سے اہم صورتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ بچہ دنیا کو سب سے پہلے حرکت ہی کے ذریعے دریافت کرتا ہے۔

اس جواب میں حرکی نشوونما کی اقسام اور اس کے بنیادی مراحل بیان کرنے کے بعد اس کے مثبت اثرات جسمانی صحت، ذہنی و تعلیمی نشوونما، سماجی زندگی، جذباتی توازن اور شخصیت کی تعمیر کے حوالے سے تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔

حرکی نشوونما سے مراد اور اس کی اقسام

حرکی نشوونما دو بڑی اقسام میں تقسیم ہوتی ہے۔ پہلی قسم بڑی حرکی مہارتیں ہیں جن میں جسم کے بڑے پٹھے شامل ہوتے ہیں، مثلاً پلٹنا، بیٹھنا، رینگنا، چلنا، دوڑنا، چھلانگ لگانا، سیڑھیاں چڑھنا، گیند کو ٹھوکر یا ہاتھ سے پھینکنا اور تیرنا۔ دوسری قسم باریک حرکی مہارتیں ہیں جن میں چھوٹے پٹھے، خاص طور پر ہاتھ اور انگلیاں استعمال ہوتی ہیں، مثلاً چیز پکڑنا، موتی پرونا، قینچی چلانا، بٹن بند کرنا، ڈرائنگ کرنا اور لکھنا۔

یہ مہارتیں ایک باقاعدہ ترتیب سے آتی ہیں؛ پہلے سر اور دھڑ، پھر بازو اور ٹانگیں، اور آخر میں انگلیوں پر قابو آتا ہے۔ ہر نئی مہارت پچھلی مہارت پر کھڑی ہوتی ہے، اسی لیے کسی مرحلے میں رکاوٹ آ جائے تو آگے کی مہارتیں متاثر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین حرکی نشوونما کو مجموعی نشوونما کا آئینہ قرار دیتے ہیں۔

جسمانی صحت پر مثبت اثرات

حرکی نشوونما کا سب سے پہلا مثبت اثر جسمانی صحت پر پڑتا ہے۔ حرکت کرنے والا بچہ مضبوط پٹھوں، مضبوط ہڈیوں اور بہتر دورانِ خون کا مالک ہوتا ہے۔ دوڑنے بھاگنے اور کھیلنے سے بھوک اچھی لگتی ہے، ہاضمہ درست رہتا ہے، نیند گہری آتی ہے اور جسم میں اضافی چربی جمع نہیں ہوتی، جس سے بچپن کا موٹاپا اور اس سے جڑی بیماریوں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

حرکت سے جسم میں توازن، ہم آہنگی اور چستی پیدا ہوتی ہے؛ بچہ گرنے سے بچنا، رکاوٹ سے کترانا اور خطرناک حالات میں خود کو سنبھالنا سیکھتا ہے۔ باقاعدہ جسمانی سرگرمی دل و پھیپھڑوں کی کارکردگی بہتر بناتی ہے اور مدافعتی نظام کو مضبوط کرتی ہے، چنانچہ فعال بچے نسبتاً کم بیمار ہوتے ہیں۔

ذہنی اور تعلیمی نشوونما پر مثبت اثرات

حرکی نشوونما اور ذہنی نشوونما کا گہرا تعلق ہے۔ بچہ حرکت کر کے ہی چیزوں کو چھوتا، اٹھاتا، گراتا اور دوبارہ جوڑتا ہے؛ یہی تجربات اس کے ذہن میں سائز، وزن، فاصلے، سمت اور سبب و نتیجے کے تصورات بناتے ہیں۔ ماہرِ نفسیات پیاجے کے مطابق ابتدائی ذہانت حسی حرکی تجربات ہی سے تشکیل پاتی ہے، اس لیے جس بچے کو حرکت اور کھیل کے زیادہ مواقع ملتے ہیں اس کی ذہنی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔

تعلیمی میدان میں باریک حرکی مہارتیں لکھنے، نقاشی کرنے، آلات استعمال کرنے اور عملی کاموں کی بنیاد ہیں۔ جس بچے کی انگلیوں پر گرفت اچھی ہوتی ہے اس کی لکھائی صاف اور رفتار مناسب ہوتی ہے، جس سے اسے پڑھائی میں کامیابی اور حوصلہ ملتا ہے۔ جسمانی سرگرمی توجہ اور یادداشت کو بھی بہتر کرتی ہے؛ کھیل کے بعد بچہ کلاس میں زیادہ چوکس اور سیکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

خود مختاری اور روزمرہ زندگی پر اثرات

حرکی مہارتوں کا ایک بڑا مثبت اثر یہ ہے کہ بچہ خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے۔ خود کھانا، کپڑے پہننا، جوتوں کے تسمے باندھنا، نہانا دھونا اور اپنا بستہ سنبھالنا، یہ سب حرکی نشوونما کی دین ہیں۔ ہر نئی مہارت بچے کی بڑوں پر انحصار کم کرتی ہے اور اسے میں خود کر سکتا ہوں کا خوشگوار احساس دیتی ہے۔

یہ خود مختاری بعد کی زندگی کی بنیاد ہے؛ اسکول میں داخلے کے وقت وہی بچہ آسانی سے مطابقت پیدا کرتا ہے جو اپنے کام خود کر سکے۔ اس کے برعکس حرکی تاخیر کا شکار بچہ معمولی کاموں میں بھی دوسروں کا محتاج رہتا ہے جس سے اس کی سماجی اور تعلیمی زندگی متاثر ہو سکتی ہے۔ اس لیے حرکی نشوونما کو خود انحصاری کی کنجی کہا جا سکتا ہے۔

سماجی نشوونما پر مثبت اثرات

بچوں کی سماجی زندگی کی سب سے بڑی درسگاہ کھیل کا میدان ہے، اور کھیل حرکی مہارتوں کے بغیر ممکن نہیں۔ دوڑنا، گیند کھیلنا اور گروہی کھیلوں میں حصہ لینا بچے کو باری کا انتظار، قواعد کی پابندی، ٹیم ورک، جیت کی خوشی اور ہار کو برداشت کرنا سکھاتا ہے۔ جس بچے کی حرکی مہارتیں اچھی ہوتی ہیں وہ کھیلوں میں شریک ہو کر دوست بناتا ہے اور گروہ میں قبولیت پاتا ہے۔

اس کے مقابلے میں کمزور حرکی صلاحیت والا بچہ کھیل میں پیچھے رہ جانے کے ڈر سے ساتھیوں سے کترانے لگتا ہے جس کا اثر اس کی سماجی نشوونما پر پڑتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حرکی نشوونما سماجی قبولیت اور دوستیوں کی تشکیل میں براہِ راست کردار ادا کرتی ہے۔

جذباتی توازن اور شخصیت پر اثرات

حرکی کامیابی بچے کے جذباتی توازن اور شخصیت پر گہرے مثبت اثرات ڈالتی ہے۔ جب بچہ پہلی بار خود چلتا ہے، سائیکل چلا لیتا ہے یا نظم و ضبط سے کوئی پزل مکمل کرتا ہے تو اسے کامیابی اور خود اعتمادی کا احساس ملتا ہے۔ یہی اعتماد آگے چل کر نئے چیلنج قبول کرنے کی ہمت بنتا ہے۔ جسمانی کھیل بچے کی اضافی توانائی اور جذباتی تناؤ کا صحت مند اخراج بھی ہے؛ کھیل کے بعد بچہ پرسکون اور خوش مزاج رہتا ہے۔

شخصیت کے اعتبار سے حرکی سرگرمیاں برداشت، صبر، مسلسل کوشش، قیادت اور نظم و ضبط جیسی صفات پیدا کرتی ہیں۔ منظم کھیلوں میں حصہ لینے والے بچوں میں وقت کی پابندی اور ذمہ داری کا احساس زیادہ دیکھا گیا ہے۔ یوں حرکی نشوونما صرف جسم کو نہیں سنوارتی بلکہ متوازن اور پراعتماد شخصیت کی تعمیر میں بھی بنیادی ستون ہے۔

حرکی نشوونما کو فروغ دینے کے طریقے اور نتیجہ

حرکی نشوونما کے مثبت اثرات حاصل کرنے کے لیے بچوں کو محفوظ کھیل کے مواقع، کھلی جگہ، عمر کے مطابق کھلونے، بلاکس، گیند، رنگ اور مٹی جیسی چیزیں فراہم کی جائیں۔ والدین بچے کو گود میں بٹھائے رکھنے یا اسکرین کے سامنے گھنٹوں بٹھانے کے بجائے اسے حرکت کی ترغیب دیں، اس کے کام اس کی جگہ خود نہ کریں بلکہ کوشش کرنے دیں اور کامیابی پر حوصلہ افزائی کریں۔ اسکولوں میں کھیل کا باقاعدہ دورانیہ اسی مقصد کے لیے ضروری ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ حرکی نشوونما جسمانی صحت، ذہنی و تعلیمی ترقی، خود مختاری، سماجی قبولیت اور جذباتی توازن و شخصیت سازی پر وسیع مثبت اثرات ڈالتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچے کی حرکی تاخیر کو معمولی بات سمجھ کر نظرانداز نہیں کرنا چاہیے، اور ہر بچے کو حرکت و کھیل کے بھرپور مواقع دینا اس کی مجموعی نشوونما میں سرمایہ کاری کے مترادف ہے۔

سوال نمبر :4 قبل از گویائی ابلاغ کی اقسام 20) نمبر(

قبل از گویائی ابلاغ کی اقسام کیا ہیں؟ مفصل لکھیں۔

تعارف

انسان سماجی مخلوق ہے اور ابلاغ یعنی اپنی بات، ضرورت اور جذبات دوسروں تک پہنچانا اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ ابلاغ کا آغاز بچے کے پہلے لفظ سے ہوتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ بچہ بولنے سے بہت پہلے ہی ابلاغ شروع کر دیتا ہے۔ زندگی کے پہلے دن کی چیخ، بھوک پر رونا، ماں کو دیکھ کر مسکرانا اور چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا، یہ سب ابلاغ ہی کی صورتیں ہیں جنہیں قبل از گویائی ابلاغ کہا جاتا ہے۔

اس جواب میں قبل از گویائی ابلاغ کا مفہوم واضح کرنے کے بعد اس کی اقسام یعنی رونا، بڑبڑانا، اشارے، چہرے کے تاثرات، آوازیں اور جسمانی حرکات کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا اور آخر میں اس کی اہمیت اور والدین کے کردار پر روشنی ڈالی جائے گی۔

قبل از گویائی ابلاغ سے مراد

قبل از گویائی ابلاغ سے مراد بولنے اور الفاظ استعمال کرنے سے پہلے کے دور میں بچے کا اپنے جذبات، ضروریات اور خواہشات کو آوازوں، اشاروں اور جسمانی حرکات کے ذریعہ دوسروں تک پہنچانا ہے۔ یہ دور پیدائش سے لے کر تقریباً بارہ سے پندرہ ماہ تک، یعنی پہلے باقاعدہ الفاظ کی آمد تک، محیط ہوتا ہے، اگرچہ اس کی بعض صورتیں الفاظ آنے کے بعد بھی ساتھ چلتی رہتی ہیں۔

اس ابلاغ کی خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا میں یہ غیر ارادی ہوتا ہے؛ بچہ رونے کا قصد کر کے نہیں روتا، بلکہ تکلیف پر فطری ردعمل ظاہر ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ بچہ سیکھ لیتا ہے کہ اس کے اشاروں اور آوازوں پر بڑے ردعمل دیتے ہیں، تب ابلاغ ارادی بننے لگتا ہے۔ اسی دریافت پر آگے چل کر پوری زبان کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

پہلی قسم :رونا اور چیخنا

قبل از گویائی ابلاغ کی سب سے پہلی اور بنیادی صورت رونا ہے۔ پیدائش کے وقت کی پہلی چیخ بچے کی زندگی اور پھیپھڑوں کے کام شروع ہونے کا اعلان بھی ہے اور دنیا سے اس کا پہلا ابلاغ بھی۔ اس کے بعد رونا بھوک، گیلی نپی، درد، نیند، گرمی سردی اور گود کی خواہش، ہر ضرورت کا پیغام بن جاتا ہے۔

تجربہ کار مائیں چند ہفتوں میں ہی بچے کے رونے کی اقسام میں فرق کرنے لگتی ہیں؛ بھوک کا رونا دھیرے دھیرے تیز ہوتا ہے، درد کا رونا اچانک اور بلند ہوتا ہے اور تھکن کا رونا روئی صورت کے ساتھ آتا ہے۔ رونے کا فائدہ یہ ہے کہ بچہ اپنی ضرورت بتانے میں کامیاب ہوتا ہے اور بڑے اس کا جواب دیتے ہیں، جس سے بچے میں بھروسے اور تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جس بچے کے رونے پر کوئی توجہ نہ دے وہ رفتہ رفتہ ابلاغ کی کوشش ہی کم کر دیتا ہے۔

دوسری قسم :بڑبڑانا اور کوئیں جیسی آوازیں

تقریباً چھ ہفتے سے دو ماہ کی عمر میں بچہ خوش ہونے پر گلے سے نرم آوازیں نکالنے لگتا ہے جنہیں کوئیں جیسی آوازیں کہا جاتا ہے؛ یہ ہلکی آ، او، ای قسم کی آوازیں ہوتی ہیں جو اطمینان اور خوشی کا اظہار ہیں۔ تین سے چار ماہ پر بچہ ہنسنے بھی لگتا ہے جو سماجی ابلاغ کی خوشگوار صورت ہے۔

تقریباً چھ ماہ کی عمر سے بڑبڑانے کا دور شروع ہوتا ہے جس میں بچہ با با، ما ما، دا دا جیسے آوازوں کے جوڑے دہرانے لگتا ہے۔ یہ بڑبڑاہٹ زبان کی مشق ہے؛ بچہ اپنی آواز سن کر لطف لیتا ہے اور بڑوں کی نقل میں اسے دہراتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ بڑبڑاہٹ دنیا کے تمام بچوں میں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے، حتیٰ کہ سماعت سے محروم بچے بھی شروع میں بڑبڑاتے ہیں، البتہ حوصلہ افزائی اور سماعت نہ ملے تو ان کی بڑبڑاہٹ گھٹ جاتی ہے۔ نو سے بارہ ماہ پر بڑبڑاہٹ میں لہجے اور اتار چڑھاؤ آ جاتا ہے جو بڑوں کی گفتگو کی نقل ہوتا ہے، اسے گویائی کی تیاری سمجھا جاتا ہے۔

تیسری قسم :اشارے اور جسمانی حرکات

آٹھ سے بارہ ماہ کے درمیان بچہ اشاروں کا بھرپور استعمال شروع کر دیتا ہے۔ پسندیدہ چیز کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا، اٹھانے کے لیے دونوں بازو پھیلانا، انکار پر سر ہلانا، الوداع کے لیے ہاتھ ہلانا اور تالی بجانا اس کی مشہور مثالیں ہیں۔ انگلی سے اشارہ ابلاغ کی نشوونما میں سنگِ میل سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں بچہ دوسرے کی توجہ کسی تیسری چیز کی طرف مبذول کرتا ہے، جو مشترکہ توجہ کی بنیاد ہے۔

جسمانی حرکات میں خوشی پر پورے جسم کو اُچھالنا، ناراضی پر پیچھے ہٹنا یا ہاتھ پاؤں پٹخنا، ڈر پر ماں سے لپٹ جانا اور تجسس میں چیز کی طرف رینگ کر بڑھنا شامل ہیں۔ یہ حرکات الفاظ سے پہلے بچے کی پوری جذباتی دنیا کی ترجمانی کرتی ہیں اور بڑے انہی کو پڑھ کر بچے کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

چوتھی قسم :چہرے کے تاثرات اور نظروں کا تبادلہ

چہرے کے تاثرات بھی قبل از گویائی ابلاغ کی اہم قسم ہیں۔ چند ہفتوں کا بچہ ماں کے چہرے کو دیکھ کر سماجی مسکراہٹ دیتا ہے جو ابلاغ کی خوبصورت ابتدا ہے۔ خوشی پر مسکرانا، ناگواری پر ناک سکوڑنا، حیرت پر آنکھیں پھیلانا اور غصے پر ماتھے پر بل ڈالنا، یہ سب تاثرات بچے کے اندرونی حالات کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

نظروں کا تبادلہ بھی ابلاغ ہے؛ بچہ بڑوں کی آنکھوں میں دیکھتا ہے، ان کی نظروں کے پیچھے اپنی نظریں دوڑاتا ہے اور اسی طرح توجہ میں شریک ہوتا ہے۔ یہی مشترکہ توجہ [illegible] الفاظ سیکھنے کی بنیاد بنتی ہے، کیونکہ بچہ اسی چیز کا نام سیکھتا ہے جس کی طرف دونوں دیکھ رہے ہوں۔ ماہرین اس لیے بچے سے بات کرتے وقت چہرہ اس کے سامنے رکھنے اور آنکھوں کا رابطہ قائم کرنے کو بہت اہم قرار دیتے ہیں۔

پانچویں قسم :آواز کے لہجے اور دیگر علامات

الفاظ کے بغیر بھی آواز کا لہجہ اور زور ابلاغ کا کام دیتا ہے۔ بچہ خوشی، شکایت، اصرار اور غصے کو مختلف لہجوں میں آوازیں نکال کر ظاہر کرتا ہے؛ بعض اوقات وہ بڑوں کی گفتگو کے لہجے کی اتنی اچھی نقل کرتا ہے کہ دور سے یوں لگتا ہے جیسے وہ واقعی بول رہا ہو۔ اسے نغماتی بڑبڑاہٹ بھی کہا جاتا ہے اور یہ پہلے لفظ کی آمد کی پیش گوئی کرتی ہے۔

ان کے علاوہ بچہ چیز کو تھام کر بڑے کی طرف بڑھانا، بڑے کا ہاتھ پکڑ کر مطلوبہ چیز تک لے جانا اور کسی چیز کو دور پھینک کر ناراضی ظاہر کرنا جیسے علامتی رویے بھی استعمال کرتا ہے۔ اسی دور کے آخر میں بعض بچے سر ہلانے یا ایک دو مخصوص آوازوں کو مخصوص معنوں میں استعمال کرنے لگتے ہیں جو گویائی اور اشاروں کے درمیان پُل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

قبل از گویائی ابلاغ کی اہمیت اور نتیجہ

اس ابلاغ کی اہمیت تین پہلوؤں سے ہے۔ اول، اسی سے زبان کی بنیاد پڑتی ہے؛ جو بچہ اشارے، نظریں اور آوازیں کثرت سے استعمال کرتا ہے وہ عموماً وقت پر بولنا بھی سیکھتا ہے۔ دوم، اسی کے جواب میں بڑوں کی توجہ و محبت سے بچے کا

جذباتی لگاؤ اور بھروسہ مضبوط ہوتا ہے۔ سوم، یہ ابلاغ نشوونما کی جانچ کا اشاریہ بھی ہے؛ اگر بارہ ماہ تک بچہ اشارہ نہ کرے، نام پکارنے پر توجہ نہ دے یا آوازوں کا جواب نہ دے تو سماعت یا نشوونما کے جائزے کی ضرورت ہوتی ہے۔

والدین کا کردار یہ ہے کہ بچے کے ہر ابلاغ کا جواب دیں، اس سے باتیں کریں، گنگنائیں، اس کے اشاروں کو سمجھ کر الفاظ میں ڈھال کر دہرائیں، مثلاً بچہ پانی کی طرف اشارہ کرے تو کہیں پانی چاہیے، یہ پانی پی لو۔ نتیجہ یہ ہے کہ قبل از گویائی ابلاغ کی یہ تمام اقسام، رونا، بڑبڑانا، اشارے، تاثرات اور لہجے، بچے کی زبان اور سماجی زندگی کی وہ جڑیں ہیں جن پر آگے چل کر اس کی پوری ابلاغی شخصیت کھڑی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 5: نشوونما کے مختلف پہلوؤں کا باہم تعلق (نمبر 20)

نشوونما کے مختلف پہلوؤں کا باہم تعلق واضح کریں۔

تعارف

انسانی نشوونما کو مطالعے کی سہولت کے لیے کئی پہلوؤں میں تقسیم کیا جاتا ہے: جسمانی، حرکی، ذہنی، زبانی، جذباتی، سماجی، اخلاقی اور جمالیاتی نشوونما۔ مگر یہ تقسیم صرف کتابی ہے؛ اصل زندگی میں یہ پہلو ایک دوسرے سے الگ تھیلوں میں بند نہیں ہوتے بلکہ ایک جال کی طرح باہم جڑے ہوتے ہیں۔ کسی ایک پہلو میں تبدیلی کا اثر لازماً دوسرے پہلوؤں پر پڑتا ہے، اسی حقیقت کو نشوونما کے پہلوؤں کا باہمی تعلق اور نشوونما کی وحدت یا انضمام کہا جاتا ہے۔

اس جواب میں پہلے مختلف پہلوؤں کا مختصر تعارف، پھر ان کے باہمی تعلق کی وضاحت مثالوں کے ساتھ، اس کے بعد اس تعلق کی عملی اہمیت اور آخر میں نتیجہ پیش کیا جائے گا۔

نشوونما کے مختلف پہلو: ایک تعارف

جسمانی نشوونما میں قد، وزن، اعضاء اور اندرونی نظاموں کی بڑھوتری شامل ہے۔ حرکی نشوونما حرکات پر قابو اور مہارت کا نام ہے۔ ذہنی نشوونما میں ادراک، یادداشت، سوچ، مسئلہ حل کرنا اور تخیل آتا ہے۔ زبانی نشوونما بول چال اور الفاظ کی ترقی ہے۔ جذباتی نشوونما جذبات کے اظہار اور ان پر قابو سے متعلق ہے۔ سماجی نشوونما تعلقات بنانے،

گروہ میں رہنے اور سماجی اصول سیکھنے کا عمل ہے، جبکہ اخلاقی نشوونما اچھائی برائی کے شعور اور اقدار کی تشکیل ہے۔

یہ ساتوں پہلو مل کر بچے کی مکمل شخصیت بناتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو الگ کر کے دیکھا جائے تو تصویر ادھوری رہتی ہے، کیونکہ بچہ ایک وقت میں بڑھ بھی رہا ہوتا ہے، سوچ بھی رہا ہوتا ہے اور محسوس بھی کر رہا ہوتا ہے۔

باہمی تعلق کا بنیادی اصول

نشوونما ایک مربوط نظام ہے جس کی بنیاد دماغ اور جسم کی وحدت پر ہے۔ جدید سائنس یہ ثابت کر چکی ہے کہ ذہن اور جسم الگ دنیائیں نہیں؛ جسمانی صحت ذہنی کارکردگی پر، جذبات جسمانی صحت پر اور سماجی ماحول دماغی نشوونما پر براہِ راست اثر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نشوونما کے کسی پہلو میں تاخیر دوسرے پہلوؤں میں بھی تاخیر پیدا کر دیتی ہے اور کسی پہلو کی تربیت دوسرے پہلوؤں کو بھی آگے لے جاتی ہے۔

اس تعلق کی ایک سمت مثبت ہوتی ہے جب اچھی نشوونما اچھائی کو آگے بڑھاتی ہے، اور دوسری سمت منفی ہوتی ہے جب ایک خرابی دوسری خرابیوں کا سبب بنتی ہے۔ والدین اور اساتذہ دونوں صورتوں کو سمجھیں تو وہ بروقت درست فیصلے کر سکتے ہیں۔

جسمانی و حرکی نشوونما کا ذہنی اور زبانی نشوونما سے تعلق

جسمانی نشوونما باقی تمام پہلوؤں کی بنیاد ہے۔ دماغ کی جسمانی بڑھوتری اور اس کے خلیوں کے روابط کا بننا ہی ذہنی نشوونما کو ممکن بناتا ہے؛ اسی لیے غذائی کمی کا شکار بچوں کی ذہنی کارکردگی بھی متاثر ہوتی ہے۔ حرکی نشوونما ذہن کے لیے تجربات کا دروازہ ہے؛ چلنے لگنے والا بچہ زیادہ چیزیں دیکھتا اور چھوتا ہے، اس کی معلومات بڑھتی ہیں اور وہ نئی چیزوں کے نام پوچھتا ہے، یوں اس کی زبان بھی تیزی سے بڑھتی ہے۔

زبان اور ذہن کا تعلق دوطرفہ ہے؛ سوچ زبان کو جنم دیتی ہے اور زبان سوچ کو وسعت دیتی ہے۔ الفاظ ملنے سے بچہ اپنے خیالات کو ترتیب دے سکتا، سوالات پوچھ سکتا اور دوسروں کے تجربات سے سیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح باریک حرکی

مہارت لکھائی کو اور لکھائی تعلیمی پیش رفت کو آگے بڑھاتی ہے۔ اس زنجیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک پہلو کی تربیت خود بخود کئی پہلوؤں کی خدمت ہے۔

جذباتی نشوونما کا سماجی اور اخلاقی نشوونما سے تعلق

جذباتی توازن سماجی کامیابی کی شرط ہے۔ جو بچہ اپنے جذبات پہچاننا اور ان پر قابو پانا سیکھتا ہے وہ ساتھیوں سے بہتر تعلقات بناتا ہے، جھگڑا کم کرتا ہے اور گروہ میں مقبول ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جذباتی عدم توازن کا شکار بچہ یا تو جارح ہو جاتا ہے یا الگ تھلگ، اور دونوں صورتیں اس کی سماجی نشوونما روک دیتی ہیں۔

اخلاقی نشوونما کا تعلق جذبات اور ذہن دونوں سے ہے؛ ہمدردی کا جذبہ اخلاقی رویے کی بنیاد ہے، جبکہ صحیح غلط کی سمجھ ذہنی پختگی چاہتی ہے۔ اسی لیے چھوٹا بچہ نتیجے سے ڈر کر سچ بولتا ہے، بڑا ہو کر اصول کی خاطر سچ بولتا ہے۔ سماجی ماحول یہ تینوں چیزیں فراہم کرتا ہے؛ محبت بھرے گھر میں پلنے والا بچہ جذباتی طور پر محفوظ، سماجی طور پر پراعتماد اور اخلاقی طور پر مضبوط ہوتا ہے۔

مثالی صورتوں سے وضاحت

ایک مثال سے بات واضح ہوتی ہے۔ فرض کریں ایک بچے کو دیر تک چلنے میں تاخیر ہوتی ہے؛ وہ کھیل میں ساتھیوں کے ساتھ شامل نہیں ہو پاتا، اس کی سماجی نشوونما سست پڑ جاتی ہے، ساتھیوں کے طعنوں سے اس میں احساسِ کمتری اور چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہے، کلاس کی سرگرمیوں میں پیچھے رہنے سے اس کی تعلیمی کارکردگی بھی گھٹتی ہے۔ دیکھا جائے تو اصل مسئلہ صرف حرکی تھا مگر اثرات چار پہلوؤں تک پہنچ گئے۔

دوسری مثبت مثال یہ ہے کہ ایک کمزور بچے کو ڈاکٹری علاج کے ساتھ کھیل کی تربیت ملی؛ اس کی حرکی مہارت بہتر ہوئی تو وہ گروہ میں شامل ہوا، دوست بنے، اعتماد بڑھا، کلاس میں توجہ بہتر ہوئی اور نمبر بھی اچھے آنے لگے۔ یہ دونوں مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ نشوونما کے پہلو زنجیر کی کڑیوں کی طرح جڑے ہیں۔

عملی اہمیت

اس باہمی تعلق کو سمجھنا والدین اور اساتذہ کے لیے عملی اہمیت رکھتا ہے۔ اول یہ کہ بچے کے کسی بھی مسئلے کا حل تلاش کرتے وقت صرف ظاہری پہلو نہ دیکھا جائے بلکہ جڑ تک جایا جائے؛ پڑھائی میں کمزوری کی وجہ نظر کی جسمانی خرابی بھی ہو سکتی ہے اور گھر کا جذباتی ماحول بھی۔ دوم یہ کہ تربیت کا پروگرام متوازن ہو؛ صرف نمبروں پر زور اور کھیل و جذبات کی نظراندازی نامکمل نشوونما پیدا کرتی ہے۔

سوم یہ کہ تشخیص ہمہ جہت ہو؛ کسی بچے کا جائزہ لیتے وقت اس کی صحت، ذہن، زبان، جذبات اور سماجی زندگی سب دیکھی جائیں۔ چہارم یہ کہ ایک پہلو کی بہتری کو دوسرے پہلوؤں کی بہتری کے لیے استعمال کیا جائے، مثلاً کھیل کے ذریعے زبان، تعاون اور خود اعتمادی تینوں کی تربیت ممکن ہے۔ ان کاموں کا متوازن نصاب اور کھیل، فنون اور کردار سازی کی سرگرمیاں اسی اصول کی عملی صورت ہیں۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ نشوونما کے مختلف پہلو جسمانی، حرکی، ذہنی، زبانی، جذباتی، سماجی اور اخلاقی ایک دوسرے سے گہرے اور ناقابلِ تقسیم تعلق میں بندھے ہوئے ہیں۔ انسان کی شخصیت ان پہلوؤں کا مجموعہ نہیں بلکہ ان کے امتزاج سے بننے والی ایک وحدت ہے۔ اس لیے بچے کی اچھی نشوونما کا تقاضا ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر بیک وقت توجہ دی جائے، کسی ایک پہلو کی غیر معمولی ترقی دوسرے پہلوؤں کی قیمت پر حاصل کرنا درست حکمتِ عملی نہیں۔ متوازن توجہ ہی سے متوازن شخصیت پروان چڑھتی ہے۔